ڈاکٹر محمد افضل صفی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو

گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج کروڑ لعل عیسن

اردو شعری متون کی روایت میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی خدمات

Abstract:

Dr.Gohar Noshai is one of the greatest figures of Urdu research and compilation. He started his research studies in the nineteen sixties. In research, he belongs to Lahore School of Thought. His research is marked by extreme diligence and attention to detail. He discovered rare manuscripts and critically examined them. It was customary for him to access all the manuscripts regarding the subject and after careful consideration and deliberation, the most important of them was selected by Dr.Gohar Noshai. Dr.Sahib in addition to Urdu also made compilations on many other subjects, but the present article deals only with his Urdu Compilations. His notable Urdu compilations are Betaal Pacheesi ,Mansvi Hasht Adal,Ramz ul Ishq ,Padmavat e Urdu, Nitaj ul mouani,and these have been discussed and debated over here.

Keywords: Research,compilation,Text,Preferential grounds

ڈاکٹر گوہر نوشاہی اردو تحقیق و تدوین کا معتبر نام ہیں۔ ان کا تحقیقی و تدوینی کام عشروں پر محیط ہے۔ ان کی علمی و ادبی زندگی کا آغاز بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں مجلس ترقی ادب سے ہوا۔ مجلس ترقی ادب میں انھوں نے شاندار تحقیقی و تدوینی کارنامے انجام دیے۔ تحقیق کی روایت ڈاکٹر گوہر نوشاہی کو اورنٹیل کالج لاہور ایسی عظیم درسگاہ سے ملی۔ حافظ محمود شیرانی نے جس تحقیقی ماحول کی داغ بیل ڈالی اورنٹیل کالج نے اس فن میں مزید نکھار پیدا کیا۔ یہ تحقیق کی روایت حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر محمد اقبال، ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر وحید قریشی سے ہوتی ہوئی ڈاکٹر گوہر نوشاہی تک پہنچی۔ اس روایت کو تحقیق کا دبستانِ لاہور بھی کہتے ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اس روایت میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی علمی و تحقیقی آبیاری میں ڈاکٹر وحید قریشی کا اہم کردار ہے۔ مزید برآں ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے سید عابد علی عابد اور سجاد باقر رضوی ایسے بلند پایہ ادیبوں سے بھی فیض حاصل کیا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ان کے تحقیقی وتدوینی کارنامے اپنا خاص مزاج رکھتے ہیں۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ تاریخِ ادب میں ان شہ پاروں پر کام کیا جائے جو دوسرے محققین کی نظر سے اوجھل رہے یا انھیں اہمیت نہیں دی گئی۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا بنیادی کام سوانحی تحقیق اور متنی تحقیق ہر دو حوالوں سے ہے۔ سوانحی تحقیق میں انھوں نے شعرا کے تذکروں سے استفادہ کیا۔ تذکرے کلاسیکی ادب کا بنیادی مآخذ ہیں۔ ان مآخذ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے انھوں نے مقدور بھر کوشش کی اور تحقیقی نتائج اخذ کیے۔

وہ ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

> میرا بنیادی کام سوانحی تحقیق اور متنی تحقیق دونوں کے سلسلے میں ہے۔ سوانحی تحقیق میں، میں نے شعرا کے تذکروں سے بھرپور استفادہ کیا..... میرا دوسرا کام تصحیحِ متن کا ہے....... میں نے کسی ایسے متن پر کام نہیں کیا جس کے متعدد نسخے میرے سامنے نہ تھے۔ [۱]

متن کی تصحیح کے سلسلے میں انھوں نے ہمیشہ قدیم نسخے کو بنیاد بنایا۔ دیکھا جائے تو اردو تحقیق میں دو رویے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک رویہ تحقیقِ متن کا ہے اور دوسرا رویہ تصحیحِ متن کا ہے۔ تحقیقِ متن سے مراد یہ ہے کہ محقق جس متن پر کام کر رہا ہو اس کے بارے میں اسے مکمل معلومات ہونی چاہییں۔ نسخوں کی تعداد، کاغذ، روشنائی اور خط وغیرہ سے متعلق اس کے پاس معلومات کا ایک ذخیرہ ہونا چاہیے۔ "تصحیحِ متن کا فریضہ انجام دینے والا مصنف کے منہ میں اپنی زبان نہیں رکھتا" [۲] وہ تو امکانی سطح پر متن سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ دوسرا رویہ تصحیحِ متن کا ہے وہ مختلف نسخوں کی مدد سے متن کی تصحیح کا اہتمام کرتا ہے۔ متن کو مصنف کی منشا کے قریب تر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ سوانحی تحقیق ہو یا متنی تحقیق دونوں مشکل کام ہیں۔ ان کے ذریعے معلومات کا ذخیرہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے محققین، تذکرہ نویس اور اہلِ علم محنت نہ کرتے تو ہمارے کلاسیکی ادب کا بہت سارا سرمایہ آج ہماری نظروں سے اوجھل ہوتا۔ تحقیقِ متن کے ضمن میں دو باتوں کا ادراک ضروری ہے۔ ایک تاریخِ ادب اور دوسری روایتِ متن۔ دیکھا جائے تو تاریخِ ادب کی تدوین ایک نقاد سے کہیں بڑھ کر محقق کی ذمہ داری ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی ایک انٹرویو میں کہتے ہیں: "تحقیق کا بنیادی مقصد تاریخِ ادب لکھنے میں معاونت کرنا ہے۔ بلکہ تاریخِ ادب صرف محقق ہی لکھ سکتا ہے۔" [۳]

جیسا کہ روایتِ متن کسی ادب پارے کو ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچانے کا نام ہے تو محقق کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب وہ مختلف طریقوں سے صحتِ متن کا تعین کر لیتا ہے تو بعد میں تحقیق کا کام شروع ہوتا ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے تحقیق کے جملہ امور بڑی خوش اسلوبی سے نبھائے۔ وہ کثیر المطالعہ محقق تھے۔ ان کی تحقیق میں وسعتِ نظری، ژرف نگاہی اور عمیق مشاہدے کا عنصر ملتا ہے۔ وہ املا شناسی، خط فہمی اور لفظ بینی میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ تدوین و ترتیب میں بہت محنت اور توجہ سے کام کرتے تھے۔ لفظوں کی مناسب دروبست اور ان کی مختلف صورتوں اور امکانات پر خصوصی توجہ ان کی تحریر اور ان کے تحقیقی مزاج کا اہم وصف ہے۔ یہ وصف اردو متون سازی کی روایت میں کم کم لوگوں کے ہاں ملتا ہے۔ تدوینِ متن کے سلسلے میں جمع شدہ متون کو ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے بڑی عرق ریزی سے ترتیب و تہذیب کے عمل سے گزارا۔ اس کام کے لیے مختلف تکنیکی صلاحیتیں اور مہارتیں عمل میں لائے۔ انھوں نے تدوین متن کے میدان میں پوری زندگی گزار دی یہاں تک کہ وہ متنی تحقیق و تدوین کا تعلق سنتِ الٰہیہ سے جوڑتے ہوئے کہتے ہیں۔

> تمام تحقیقی اعمال میں میرے نزدیک تصحیح متن اور تدوینِ متن کا عمل سب سے عظیم الشان اور قابلِ ذکر ہے۔ متنی تحقیق و تدوین سنتِ الٰہی سے تعلق رکھتی ہے۔ قرآن مجید کے متن کی تدوین خود ذاتِ باری تعالیٰ نے فرمائی اور اس کی صحت کی ضمانت بھی خود ہی عطا کی۔ (۴)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے کئی نایات نسخوں اور کتابوں کا کھوج لگا کر انہیں مرتب کیا۔ وہ جس موضوع کو بھی چھیڑتے تھے پہلے اس موضوع سے متعلق خاطر خواہ مواد جمع کرتے پھر اسے کھنگال کر ضروری مواد حاصل کر کے نتائج اخذ کرتے تھے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ڈاکٹر گوہر نوشاہی ...... علم و تحقیق کے آدمی ہیں اور تحقیق میں بھی تدوینِ متن ان کا اصل میدان ہے....... ان کی تحقیق میں عرق ریزی بھی ملتی ہے اور بات کی تہہ تک پہنچنے اور سچائی کے موتی تلاش کرنے کا حوصلہ بھی۔ ان کی تحقیق کا طریقہء کار یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع سے متعلق سارا مواد اچھی طرح کھنگالتے ہیں سارے مآخذ سے استفادہ کرتے ہیں اور پھر ان سے ضروری مواد حاصل کر کے اپنے نتائج کو مستند حوالوں کے ساتھ دلچسپ ادبی اسلوب اور مدلل انداز میں پیش کر دیتے ہیں۔ (۵)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے تدوینِ متن کا بیشتر کام مجلس ترقی ادب سے وابستگی کے زمانے میں انجام دیا۔ مجلس ترقی ادب نے جب کلاسیکی ادب کو مرتب کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس سلسلے کے تحت ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے بہت سی کتابیں مرتب کیں۔ ان میں بیتال پچیسی از مظہر علی ولا، مثنوی ہشت عدل مع واسوخت از محمود بیگ راحت، مثنوی رمز العشق مع چرخی نامہ از غلام قادر شاہ، پدماوتِ اردو از میر ضیاء الدین عبرت و غلام عشرت

اور نتائج المعانی وغیرہ شامل ہیں۔ مجلس ترقی ادب کے علاوہ بھی انھوں نے تدوینی کام کیا جس میں قصہ خسروانِ عجم (شاہنامہ اردو)، دیوانِ غالب نسخہ طاہر (تحقیق و حواشی) وغیرہ اہم ہیں۔ ان متون کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

بیتال پچیسی از مظہر علی ولا: بیتال پچیسی مجلس ترقی ادب کے لیے ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا پہلا کام ہے۔ بیتال پچیسی در اصل بیتال کی پچیس کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ ان کہانیوں کا شجرہ قدیم کلاسیکی کتابوں کتھا سرت، برھت کتھا منجری سے ملتا ہے۔ یہ کتابیں سنسکرت میں اہم مقام رکھتی تھیں۔ ان کے علاوہ سرت ساگر میں بھی اہم قصے کہانیاں موجود ہیں۔ ان پچیس کہانیوں کو ایک جگہ جمع کرنے کی وجہ یہ محسوس ہوتی ہے کہ ان کا آپس میں خاص رشتہ ہے اور وہ رشتہ ہے ''بیتال''۔ یعنی ایک ہی کردار ان کہانیوں کو بیان کرتا ہے۔ اس لیے اس کا نام بیتال پچیسی یعنی بیتال کی پچیس کہانیاں رکھا گیا۔ فورٹ ولیم کالج کی کتابیں ہم تک پہنچتے پہنچتے ڈیڑھ سو سال کا سفر طے کر چکی تھیں۔ اس لیے اس وقت کے املا اور آج کے املا میں خاصہ فرق ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اس کی تدوین میں آسان اور نئی ضرورتوں کے مطابق ڈھانچا تیار کیا۔ اس میں ہندی اور سنسکرت کے الفاظ کی کثرت تھی ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اس کا متن مرتب کرتے وقت لغات سازی کی اور حواشی لکھے۔ علاوہ ازیں بیتال پچیسی کے مصنف مظہر علی ولا اور ان کے معاون ادیبوں شری للو جی لال کوی اور تارینی چرن متر کے مختصر سوانحی حالات بھی دے دیے ہیں۔

بیتال پچیسی کے متن کی تصحیح کے دوران میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے بعض الفاظ کی قدیم کتابت کو رائج کتابت میں تبدیل کر دیا۔ مثلاً ''بجد'' کو ''بضد'' ''انے'' کو ''ان نے'' ''کوئے'' کو ''کوئیں'' ''دھووی'' کو ''دھوبی'' ''بھیکھ'' کو ''بھیک'' ''تروار'' کو ''تلوار'' ''یتن'' کو ''جتن'' وغیرہ بنا دیا۔

مثنوی ہشت عدل مع واسوخت از محمود بیگ راحت: محمود بیگ راحت کی مثنوی ہشت عدل مع واسوخت ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے تحقیق و حواشی کے ساتھ مرتب کی ہے۔ اس مثنوی میں عدل و انصاف کے موضوع پر آٹھ مختلف واقعات ہیں۔ آٹھوں واقعات مختلف بحروں میں نظم کیے گئے ہیں۔ مثنوی ہشت عدل میں جہاں لفظ چھوٹ گئے تھے بریکٹ میں دے کر وہاں اس کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔ بطور مثال:

سر جھکائے ہوئے آگے جاکے
موقع (و) وقت مناسب پاکے (٦)

درج بالا مثال میں ''و'' کی کمی تھی اسے بریکٹ میں دے کر پورا کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں جہاں لفظ مناسب نہیں لگ رہے تھے نیچے فٹ نوٹ میں دے دیے گئے ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ شعر کے مفہوم میں تبدیلی نہ ہو۔ مثال:

ایسی کیا اس سے ہوئی ہے تقصیر
جس کی دی تم نے (اسے) یہ تعزیر (۷)

اصل عبارت میں ''اس سے'' تھا جسے بدل کر ''اسے'' کر دیا گیا ہے۔

اس میں شامل واسوخت کا پورا متن خدا علی عیش کے تذکرے شعلہء جوالہ سے لیا گیا ہے۔ یہ واسوخت مسدس کی ہیئت میں نظم کیا گیا ہے اور ساٹھ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر دو اشعار کے بعد تیسرا شعر ٹیپ کا ہے جو پہلے دونوں شعروں میں بیان کیے گئے مضمون کو وحدتِ خیال عطا کرتا ہے۔

مثنوی رمزالعشق مع چرخی نامہ از غلام قادر شاہ : یہ متن مثنوی کے پانچ قلمی نسخوں سے تیار کیا گیا ہے جو پنجاب یونی ورسٹی کے ذخیرہء شیرانی میں موجود ہیں۔ اس متن کی تدوین میں صرف ذخیرہء شیرانی پر انحصار کیا گیا ہے۔ اس کے مقدمے میں مصنف اور مصنف کے خاندان کے متعلق اہم معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ زیر نظر مثنوی کے فنی پہلوؤں پر محققانہ بحث بھی کی گئی ہے۔ یہ مثنوی کلاسیکی ادب کا شاہکار ہے۔ سید غلام قادر نے یہ مثنوی ۱۱۵۱ھ میں تصنیف کی۔ اس مثنوی کا تعلق خطہء پنجاب سے ہے۔ یہ ہندی اوزان میں نظم کی گئی ہے۔ اس میں پنجابی زبان کی جملہ خوبیاں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں عربی الفاظ و اصطلاحات کا استعمال بھی بکثرت ملتا ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اس مثنوی میں چرخی نامہ کو بھی شامل کر دیا ہے۔ چرخی نامہ کا متن پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کے ذخیرہ شیرانی سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ نظم ڈاکٹر گوہر نوشاہی کو کہیں اور سے مطبوعہ یا خطی صورت میں نہیں ملی اس لیے ذخیرہء شیرانی والی بیاض نمبر ۱۸۶۳ء سے ہی استفادہ کیا گیا ہے۔

پدماوت اردو از میر ضیاء الدین عبرت و غلام عشرت : یہ مثنوی ملک جائسی کی تصنیف ہے۔ اس مثنوی کو رام پور کے شاعر ضیاء الدین عبرت نے اردو میں ڈھالنے کی کوشش کی لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔ بعد میں یہی کام مرزا علی لطف کے شاگرد غلام عشرت نے انجام دیا۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے پدماوت کے فکری رشتے اور تہذیبی جڑیں دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کام اس لیے بھی اہم ہے کہ جو قدیم نسخے میسر ہوئے وہ مخطوطات کی شکل میں تھے۔ مقدمے میں عشرت اور عبرت کے سوانح کلب علی خاں فائق نے تحریر کیے ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مثنوی کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ مثنوی پدماوت ۵۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی عشرت اور عبرت کے کام کا تجزیہ کرتے ہوئے عبرت کے بارے میں کہتے ہیں : ''عبرت شعر میں آمد اور لاشعوری قوتوں سے زیادہ آورد اور شعوری کاوشوں کو اہمیت دیتے ہیں'' (۸)

تنقیدی تجزیے میں موازنے اور تطابق کا طریق اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں مختلف نسخوں کے مابین فرق کی نشاندہی بھی کی گئی ہے مثلاً نسخہء مطبع مصطفائی اور نسخہء مطبع لکھنؤ میں درج متروک اور مروج الفاظ کا فرق ملاحظہ ہو :

نسخہ ء مطبع مصطفائی	نسخہ ء مطبع لکھنوَ
آوے	آئے
طیار	تیار
وہاں پہ جانا	وہاں کا جانا
خاصہ	کھانا
زبس	بہت[۹]

نتائج المعانی: اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۴ء میں میڈیکل پریس آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ یہ بنیادی طور پر حکایات و لطیفہ جات پر مبنی کتاب ہے۔ تاہم اس میں قطعاَت اور فرد اشعار بھی شامل ہیں۔ اس لیے میں نے اسے شعری متون میں شامل کیا ہے۔ یہ کتاب ضخامت میں ۲۰۸ااشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی عبارات میں خاصی الجھنیں تھیں۔ اعراب واو قاف کی پابندی نہیں کی گئی تھی۔ جملے دو دو سطروں تک مسلسل چلتے دکھائی دیتے تھے ۔ پیرا گراف کا التزام نہیں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف ان الجھنوں کو دور کیا بلکہ مناسب مقامات پر اعراب اور اوقاف کی نشاندہی بھی کی۔ ساتھ ہی پیرا گراف میں تقسیم کر دیا جس سے قاری کے لیے آسانی پیدا ہو گئی۔

بعض االفاظ قدیم انداز میں استعمال کیے گئے تھے جن میں مناسب تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں اور مروج انداز میں درج کر دیا گیا۔ مثلاً:

"مونہہ" کو "منہ" "ووہی" کو "وہی" "یہہ" کو 'یہ" کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یائے معروف اور یائے مجہول میں فرق نہیں کیا گیا تھا۔ بیشتر مقامات پر "گئ" کو "گئے" اور "تھے" کو "تھی" لکھا ہوا تھا۔ جسے درست کر دیا گیا ہے۔

عبارت میں جہاں لفظ چھوٹ گئے تھے یا کہیں کہیں زائد آگئے تھے وہاں درستیاں کر دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے یہ کام اس طرح انجام دیا کہ جہاں الفاظ چھوٹ گئے تھے وہاں بریکٹ لگا کر الفاظ کا اضافہ کر دیا اور جہاں زائد تھے وہاں حواشی دے کر لفظوں کو حذف کر دیا۔ نیز جہاں محاورے اجنبی لگ رہے تھے وہاں بھی درستی کر دی۔

قصہ خسروانِ عجم (شاہنامہ اردو): شاہنامہ فردوسی، حماسہ نگاری میں اہم مقام رکھتا ہے۔ رزمیہ شاعری میں حماسہ ایسے شاہکار نہ ملنے کے برابر ہیں۔ شاہنامہ فردوسی اگرچہ فارسی زبان میں لکھا گیا لیکن اس کے اثرات دنیائے ادب پر مرتب ہوئے۔ شاہنامہ فردوسی نے پنجاب میں بھی اپنے اثرات چھوڑے۔ مغلیہ دور میں پہلی دفعہ اس کی ضخامت کو کم کرنے کے بارے میں سوچ بچار پیدا ہوا۔ اس ضرورت کو ہمایوں کے بیٹے اکبر شاہ کے

دور میں محسوس کیا گیا۔ اسی بات کے پیشِ نظر تقی سوشتری نے پہلی بار شاہنامے کا فارسی میں خلاصہ تیار کیا۔ اس کا دوسرا خلاصہ اکبر کے پوتے شاہ جہان کے دور میں توکل بیگ بن تولک بیگ حسنی نے جلوس چھبیس شاہ جہانی ۱۰۶۳ھ کو تاریخ دل کشائے شمشیر خان کے نام سے کیا۔ اس خلاصے کو تاریخ شمشیر خانی بھی کہا جاتا ہے۔ بعد میں جسے شمشیر خانی کے نام سے شہرت ملی۔ جب یہ تاریخ ہندوستان پہنچی تو ہندوستان کے مؤرخین اور صاحبانِ علم وادب شاہنامہ کی قدر و قیمت سے شناسا ہوئے۔ شمشیر خانی سے متعارف ہونے کے بعد بر صغیر کے شعرا اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ انھوں نے شمشیر خانی کے اردو میں ترجمے کیے۔ ایک ترجمہ لال بھیم چند نے کیا۔ لال بھیم چند دیوگڑھ کے قلعہ برہان شاہ کے متوسل تھے۔ شمشیر خانی کا ایک ترجمہ مول چند منشی نے بھی کیا جسے شاہنامہ اردو خسروانِ عجم بھی کہتے ہیں۔ اسے ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اسلامی جمہوریہ ایران کے ثقافتی دفتر واقع اسلام آباد کے لیے مرتب کیا۔ اسے ایران کے کلچرل قونصلیٹ نے شاہنامہ فردوسی کے ایک ہزار سالہ جشن کے موقع پر شائع کیا جسے خوب سراہا گیا۔

نسخہء طاہر: محمد حسین آزاد کے پوتے آغا محمد طاہر کے پاس دیوانِ غالب کا ایک نسخہ تھا جس پر غالب کی اصلاح بھی موجود تھی اور یادداشت بھی۔ آغا طاہر نے یہ نسخہ بغیر کسی مقدمے اور حواشی کے شائع کر دیا۔ غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر اسے ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مرتب کیا؛ مقدمہ اور حواشی بھی لکھے۔ سنگِ میل پبلی کیشنگ ہاؤس نے اسے شائع کیا۔ گوہر نوشاہی نے اس کے مقدمے میں بعض غالب شناسوں کی فرو گزاشتوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو ان سے نسخہء طاہر پڑھتے ہوئے سرزد ہوئیں۔ اس سلسلے میں مالک رام جیسے بلند پایہ غالب شناس بھی شامل ہیں۔

الغرض ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے شعری و نثری متون کی تدوین میں تحقیق و تدوین کے جملہ اصولوں کی پاسداری کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ نسخوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ دستیاب نسخوں میں سے قدیم ترین نسخوں پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے۔ خط، املا اور عبارت شناسی کی خوبی ان کے مزاج کا حصہ تھی۔ تدوین نہ صرف مشکل بلکہ اعصاب شکن کام ہے۔ اس کے لیے عمدہ منصوبہ بندی، یکسوئی، مخطوطہ شناسی اور ارتکازِ فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جملہ خوبیاں ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے مزاج کا حصہ تھیں۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی مصرع کے وزن اور آہنگ سے شناسا تھے۔ یہ خوبی ان کی نثر میں بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ ان کی نثر کا وصف یہ ہے کہ وہ گہری سے گہری علمی بات بھی ایسی خوب صورتی سے کرنے پر قادر تھے کہ پڑھنے والا نہ صرف حظ اٹھاتا ہے بلکہ بآسانی مدعا تک رسائی بھی حاصل کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر جمیل جالبی اور کلب علی خاں فائق کی نثر کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ان کے یہاں بھی قرأت کی خوبی (Read ability) کا عنصر موجود ہے۔ اسی عنصر کی بنا پر ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی نثر خشک نہیں ہوتی۔

حوالہ جات

۱۔ تہمینہ نذیر: ڈاکٹر گوہر نوشاہی سوانح اور علمی خدمات (مقالہ برائے ایم اے اردو) اسلام آباد۔ نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگووجز

۲۰۰۰ء، ص ۶۸۔

۲۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی: اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن، لاہور، سنگِ میل پلشرز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۷۔

۳۔ راشد حمید: ڈاکٹر گوہر نوشاہی سے مکالمہ، مطبوعہ روز نامہ نوائے وقت، راولپنڈی، ۱۳ جون ۲۰۰۰ء۔

۴۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی: متنی تحقیق یا متنی تنقید (مضمون)، مشمولہ اردو تحقیق (مرتبہ عطش درانی)، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۹۔

۵۔ ڈاکٹر جمیل جالبی: (پیش لفظ) تحقیقی زاویے، ص ۷۔۸۔

۶۔ گوہر نوشاہی: مثنوی ہشت عدل مع واسوخت، لاہور، مجلس ترقی ادب، فروری ۱۹۸۱ء، ص ۸۶۔

۷۔ ایضاً، ص ۸۹۔

۸۔ گوہر نوشاہی: مثنوی پدماوتِ اردو از میر ضیاء الدین عبرت و غلام عشرت، لاہور، مجلس ترقی ادب، جنوری ۱۹۸۶ء، ص ۲۹۔

۹۔ ایضاً، ص ۵۶۔

کتابیات

۱۔ بیتال پچیسی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۵ء۔

۲۔ نتائج المعانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء۔

۳۔ مثنوی ہشت عدل، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۱ء۔

۴۔ مثنوی رمز العشق، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء۔

۵۔ پدماوتِ اردو، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء۔

۶۔ تحقیقی زاویے، مجلسِ فروغِ تحقیق اسلام آباد، ۱۹۹۱ء۔

۷۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر: اصولِ تحقیق و ترتیب متن، سنگ میل پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء۔

۸۔ عطش درانی، ڈاکٹر: اردو تحقیق (منتخب مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء۔